حسن المقصد

فی

عمل المولد

پیشکش : ابن علی رضا

مصنف:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

عنوانات	صفحہ نمبر
تذکرہ مصنف	171
تقریب عید میلاد:	173
تاریخ میلاد:	173
میلاد پاک کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب:	175
میلاد پاک کے انعقاد پر فاکہانی کا رسالہ:	175
فاکہانی کے رسالہ کا رد:	178
اقسام بدعت:	179
حرام ومکروہ باتیں:	181
میلاد پر خوشی کرنا مستحسن ہے:	181
علامہ ابن الحاج کی میلاد پر شاندار گفتگو:	182
ماہ ربیع الاوّل کی تکریم:	184
علامہ ابن الحاج کی میلاد پر تنقید:	185
ابن الحاج کا علمی محاسبہ:	186
علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:	187
حدیث سے میلاد کا ثبوت:	187
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود عقیقہ کرنا:	188
ابولہب کے عذاب میں تخفیف:	189
دمشقی کی روح پرور نعت میلاد:	189
فائدہ:	190

پیشکش: ابو نعمان رضا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ مصنف

آپ کا نام عبدالرحمٰن، کنیت ابوالفضل اور لقب جلال الدین ہے آپ رجب المرجب ۸۴۹ ہجری میں محلّہ سیوط میں پیدا ہوئے، آپ نے خود اپنی تاریخ ولادت یہی لکھی ہے اور دیگر مؤرخین نے بھی اسی پر اتفاق کیا ہے۔

آپ نے یتیمی حالت میں نشوونما پائی۔ آپ کے والد ماجد صفر المظفر ۸۵۵ ہجری پیر کی رات انتقال فرما گئے، اس وقت امام جلال الدین سیوطی کی عمر ۶ سال تھی۔ آپ نے چھ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ امام سیوطی نے طلب علم کیلئے بلاد شام، بلاد تکرور، حجاز، ہند، مغرب، فیوم، محلّہ اور دمیاط کی طرف سفر کیے۔

آپ نے اپنے شیوخ کی تعداد ''۱۵۰'' سے زائد لکھی ہے۔ علامہ سیوطی مدرسہ شیخونیہ اور مدرسہ بیبرسیہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ آپ سے شرف تلمذ پانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

زیرِنظر رسالہ، ''حسن المقصد فی عمل المولد'' جس میں علامہ نے تاریخ میلاد اور اس کی شرعی حیثیت اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمائی۔

رسالہ کی استفادی حیثیت کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے مؤلف کی جلیل القدر شخصیت کو مدنظر رکھئے، ان کی شہرہ آفاق تفسیر ''جلالین'' ابھی تک مدارس دینیہ میں داخل نصاب چلی آتی ہے اور ہر مکتب و مسلک کے لوگ اسے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور امام سیوطی کی عظمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں

اصول تفسیر پر ان کی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' بعد کی تمام کتابوں کا مآخذ ہے، اور ناگزیر حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے، اور تفسیر الدر المنثور قرآن مجید کی تفسیر میں بطور مثال ذکر کی جاتی ہے اور خصائص و معجزات مصطفیٰ ﷺ پر ان کی کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' کو اولیت کا شرف حاصل ہے، جس کے اقتباسات بڑے بڑے آئمہ دین اور علمائے سیرت نے اپنی کتابوں میں دیئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس قدر عظیم دینی شخصیت جب میلاد شریف کے موضوع پر قلم اٹھائے، تو اس کا اپنا مقام ہوگا اور اس کا ہر ہر لفظ تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و تاریخ کے وسیع سرمایہ علمی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوگا اور اس موضوع پر حرف آخر کی حیثیت کا حامل ہوگا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۹۱۱ ہجری، ۱۵۰۶ء میں ہوا۔ اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

☆☆☆

محمد عبد الاحد قادری

پیشکش : ابو نعمان رضا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

سوال: ماہ ربیع الاول میں سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کا میلاد پاک منانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ شرعی نکتہ نظر سے محمود ہے یا مذموم ہے؟ اور کیا میلاد پاک کا انتظام واہتمام کرنے والے کو کیا ثواب ملے یا نہیں؟

تقریب عید میلاد:

جواب: میرے (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد پاک دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہوتی ہے۔ جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے ظہور کے سلسلہ میں جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں اور جو خوارق عادات اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، انہیں بیان کرتے ہیں پھر شرکائے محفل کے آگے دستر خوان بچھایا جاتا ہے۔ وہ حسب ضرورت اور بقدر کفایت ماحضر تناول کرتے ہیں اور دعائے خیر کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں منعقد کی جانے والی یہ تقریب سعید، بدعت حسنہ ہے، جس کا اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا، اس لیے کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم، شان اور آپ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے۔

تاریخ میلاد:

میلاد پاک کو مروجہ اہتمام کے ساتھ منعقد کرنے کی ابتداء اربل کے حکمران سلطان مظفر نے کی جس کا پورا نام ابوسعید کوکبری بن زین الدین علی بن بکتگین ہے۔

اس کا شمار عظیم المرتبت بادشاہوں اور فیاض امراء میں ہوتا ہے۔ اس نے کئی اور نیک کارنامے بھی سرانجام دیئے، اور یادگاریں قائم کیں، کوہ تاسیون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کرائی۔ ابن کثیر اس بارے میں لکھتے ہیں:

''سلطان مظفر ربیع الاول کے مہینے میں میلاد شریف کا نہایت شان وشوکت اور تزک واحتشام سے اہتمام کرتا تھا، اور اس سلسلہ میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کرتا۔ وہ ایک ذکی القلب، دلیر، زیرک، عالم اور عادل حکمران تھا۔ اللہ اس پر رحمت کرے۔ اور معزز مقام ومرتبہ سے نوازے۔ شیخ ابوخطاب بن دحیہ نے اس کیلئے میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام انہوں نے ''التنویر فی المولد البشیر النذیر'' رکھا۔ جس پر سلطان نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا۔ وہ تادم مرگ حکمران رہا، اس کی وفات ۶۳۰ ہجری میں شہر عکا میں ہوئی۔ اس وقت اس نے فرنگیوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ مختصر یہ کہ انتہائی نیک سیرت اور پاک طینت شخص تھا۔

سبط ابن الجوزی نے مراۃ الزمان میں لکھا ہے: سلطان مظفر کے ہاں میلاد پاک میں شریک ہونے والے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خود شمار کیا کہ شاہی دسترخوان میں پانچ سوختہ بکریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ آبخورے، اور تیس ہزار ٹوکرے شیریں پھلوں سے لدے ہوئے پڑے تھے۔

مزید لکھتے ہیں کہ میلاد پاک کی تقریب پر، سلطان کے ہاں بڑے بڑے جید علماء کرام اور جلیل القدر صوفیہ آتے، جنہیں وہ خلعت واکرام شاہی سے نوازتا تھا، صوفیہ کیلئے ظہر سے لے کر فجر تک محفل سماع ہوتی، جس میں وہ بنفس نفیس شریک ہوتا، اور صوفیہ کے ساتھ مل کر وجد کرتا تھا۔ ہر سال میلاد پاک پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔ باہر سے آنے والوں کیلئے اس نے ایک مہمان خانہ مخصوص کر رکھا تھا، جس میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بلالحاظ مرتبہ، مختلف اطراف واکناف سے آکر ٹھہرا کرتے، اس مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ ہوتا تھا۔ اسی طرح ہر سال دو

لاکھ دینار فدیہ دے کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی رہا کراتا اور حرمین شرفین کی نگہداشت اور حجاز مقدس کے راستے میں (حجاج کرام کیلئے) پانی مہیا کرنے کیلئے تین ہزار دینار سالانہ خرچ کیا کرتا تھا۔

یہ ان صدقات وخیرات کے علاوہ ہے جو پوشیدہ طور پر کیے جاتے، اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب جو سلطان ناصر صلاح الدین (ایوبی) کی ہمشیرہ تھی۔ بیان کرتی ہے کہ اس کی قمیص موٹے کرباس (کھدر کی قسم کے کپڑے) کی ہوتی تھی۔ جو پانچ درہم سے زیادہ لاگت کی نہیں ہوتی تھی۔ کہتی ہیں کہ ایک بار میں نے اس سلسلے میں انہیں روکا تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ وخیرات کر دینا، اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیرباد کہہ دوں۔

میلاد پاک کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب:

ابن خلکان نے حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ''وہ اکابرین علماء اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے آپ مغرب سے آئے اور عراق وشام سے ہوتے ہوئے ۶۰۴ ہجری میں اربل سے گزرے اور وہاں کے بادشاہ باوقار مظفر الدین کو بڑے کروفر کے ساتھ میلاد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) مناتے دیکھا تو آپ نے بادشاہ کے لیے کتاب ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' تصنیف کی اور خود بادشاہ کو پڑھ کر سنائی۔ جس پر بادشاہ نے آپ کو ایک ہزار دینار بطور انعام دیا۔ اور کہا کہ ہم نے ۶۲۵ ہجری میں سلطان کو چھ مجلسوں میں یہ کتاب سنائی ہے۔''

میلاد پاک کے انعقاد پر فاکہانی کا رسالہ:

لیکن متاخرین مالکیوں میں سے شیخ تاج الدین عمر بن علی لخمی اسکندری معروف بہ ''فاکہانی'' نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میلاد پاک منانا بدعت مذمومہ یعنی بری بدعت ہے اس موضوع پر انہوں نے ایک رسالہ ''المورد فی الکلام علی عمل المولد'' کے نام سے مرتب کیا ہے جسے میں یہاں پر مکمل بیان کروں گا اور اس پر حرفاً حرفاً گفتگو

کروں گا۔ مولف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں سید المرسلین ﷺ کی اتباع کی ہدایت فرمائی،

اور ارکان دین کی طرف ہدایت دے کر ہماری مدد و نصرت فرمائی، اور ہمارے لیے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا آسان فرمایا، حتیٰ کہ ہمارے دل علم شریعت اور حق کے پختہ دلائل کے نور سے معمور ہو گئے، اور دین میں بدعات وخرافات کے ایجاد کرنے سے ہمارے باطن کو پاک کیا، میں اللہ تعالیٰ کے لیے حمد وشکر بجالاتا ہوں کہ اس نے یقین کی روشنی عطا کر کے اور دین متین کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق دے کر احسان وکرم فرمایا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے، رسول اور اولین وآخرین کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر، ان کے آل واصحاب اور ازواج مطاہرات امہات المومنین پر قیامت تک پیہم انوار کی بارش فرمائے۔

مقصود اصلی یہ ہے کہ ایک مبارک جماعت کی طرف سے بار بار اس اجتماع کے بارے میں سوال کیا گیا ہے جو لوگ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور اسے میلاد کہتے ہیں، کہ آیا شریعت میں اس کی کوئی اصل بھی ہے یا یہ چیز دین میں بدعت، نو پید اور نو ایجاد امر ہے؟ اور انہوں نے اس کا جواب تفصیل اور وضاحت سے طلب کیا ہے۔

لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کی توفیق واعانت پر اعتماد کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرے علم میں مذکورہ میلاد کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں ہے، نہ ہی یہ تقویٰ شعار اکابرین امت اور دیندار علماء ملت میں کسی سے منقول ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے بیکار اور بے عمل لوگوں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں نے رواج دیا ہے، اور شکم پروری کرنے والے لوگ اس کا اہتمام وانصرام کرتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم نے میلاد پر احکام خمسہ کا اجراء کیا، اس طرح کہ یا تو یہ واجب ہوگا، یا مندوب، یا مباح، یا مکروہ ہوگا یا حرام۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا واجب نہ ہونا اجماعاً

ثابت ہے اور یہ مندوب بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ مندوب اسے کہتے ہیں جو شریعت کا مطلوب ہو لیکن اس کے تارک پر ذم وعقاب نہ ہو۔ اور اس عمل کی نہ تو شریعت نے اجازت دی ہے اور نہ ہی میرے علم کے مطابق یہ صحابہ کرام اور دیندار تابعین کا فعل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس عمل کے بارے میں میرا یہی جواب ہے اگر اس کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال کیا گیا۔ نہ یہ مباح ہوسکتا ہے کیونکہ مومنین کا اجماع ہے کہ دین میں بدعت رائج کرنا جائز نہیں۔ اب صرف مکروہ حرام باقی رہ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ان دونوں کی بابت دو فصلوں میں کلام ہوگا۔ ان دونوں حالتوں میں اختلاف کیا جائے گا۔ پہلی حالت یہ کہ کوئی شخص اپنے اور اپنے اہل وعیال اور اصحاب کے مال سے محفل میلاد منعقد کرے اور اس میں کھانے پینے سے تجاوز نہ کرے، نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو یہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا بدعت سیہ مکروہہ ہے، کیونکہ متقدمین فقہاء اسلام اور علماء ذوی الاحترام کے عمل سے ثابت نہیں۔ دوسری حالت یہ کہ اس میں گناہ کا ارتکاب کرنے کے ساتھ ایسا غیر معمولی اہتمام وانصرام کرے کہ چندہ دینے والا چندہ تو دے لیکن اس کا دل اس پر تیار نہ ہو اور اسے مال کے کم ہونے کا رنج ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی دھونس اور دباؤ کے ذریعے مال لینا تلوار کے ذریعے مال لینے جیسا ہی ہے، خاص کر جب اس میں شکم سیری کے علاوہ دف اور مجیرہ کے ساتھ گانا باجا، بے ریش لڑکوں اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ اجتماع، جھوم جھوم کر، لپٹ لپٹ کرنا چنا، خوف قیامت کو بھلا کر لہو ولعب میں مشغول ہونا بھی شامل ہو۔ اسی طرح تنہا عورتوں کا اجتماع بھی حرام ہوگا جب کہ ''اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ'' (ترجمہ: بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔) بھول کر خوشی ومسرت میں گانے میں اور ذکر وتلاوت میں اپنی آوازوں کو بلند کریں، اس صورت میں اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نہ ہی کوئی غیرت مند مرد اسے پسند کرسکتا ہے۔ ہاں جن کے دل گناہوں کی آلائش کی وجہ سے مردہ ہوچکے وہ اسے حرام تو کجا عبادت سمجھتے ہیں:

انا لله و انا اليه راجعون، بدأ الاسلام غريبا و سيعود كما بدا اسلام شروع میں اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی ہو جائے گا۔ اسی ضمن میں ہمارے شیخ قشیری نے بہترین اشعار کہے ہیں جو ان کی طرف سے ہمیں عطا کردہ اجازت میں شامل ہیں، فرماتے ہیں:

وصار اهل العلم فی وهده　　وصار اهل الجهل فی رتبته

حادو اعن الحق فما للذی　　سار وابه فیما مضی نسبته

فقلت للابرار اهل التقی　　والدین لما اشتدت الكربته

لا تنكرو احوالكم قرأتت　　لوبتكم فی زمن الغربته

لا یزال الناس بخیر　　ما تعجب من العجب

ترجمہ: ”ہمارے اس پر آشوب دور میں برائی کو سب جانتے ہیں اور نیکی کو کوئی نہیں جانتا، علم والے پستی میں چلے گئے اور جہلاء ان کے منصب پر فائز ہو گئے۔ وہ حق سے دور ہو گئے تو ان کے اور اسلاف کے درمیان کوئی تعلق نہ رہا۔ میں نے متقیوں اور پرہیزگاروں سے کہا: تم اتنی تکلیفیں کیوں اٹھا رہے ہو، تم اپنی حالتوں کو مت بدلو، کیونکہ تم اس زمانے میں لوگوں کیلئے خود ہی اجنبی ہو گئے ہو۔“

امام ابوعمرو بن علاء نے بھی بہت اچھی بات کہی کہ ”لوگ جب تک نئی چیزوں کا انکار کرتے رہیں گے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ماہ ربیع الاول جس میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت ہوئی، اسی مہینہ میں آپ کی وفات بھی ہوئی تو خوشی منانا غم منانے سے بہتر کیسے ہو گیا؟ ہمارا جو فرض تھا وہ ہم نے پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔

فاکہانی کے رسالہ کا رد:

یہ فاکہانی کی پوری گفتگو جسے انہوں نے اپنی کتاب مذکور میں بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے ہم ان کے قول: (میرے علم کے مطابق اس میلاد کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں ہے) کو لیتے ہیں۔ اس کے رد میں کہا جا سکتا ہے کہ نفی علم نفی وجود کو مستلزم

نہیں۔ مزید یہ کہ حافظ ابوالفضل ابن حجر نے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اس کی ایک اصل کا استخراج کیا ہے اور میں نے بھی ایک دوسری اصل مستنبط کی ہے جسے ہم آگے ذکر کریں گے۔ رہا ان کا قول:

''ایک ایسی بدعت ہے جسے بیکار اور بے عمل لوگوں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں نے رواج دیا ہے۔''

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماسبق کے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ میلاد شریف رائج کرنے والا ایک عادل و عالم بادشاہ تھا جس نے میلاد پاک کو تقرب الی اللہ کی نیت سے منایا اور علماء و صلحاء بلا کراہت اس میں حاضر ہوتے تھے۔ بالخصوص ابن دحیہ کو تو اتنا پسند آیا کہ انہوں نے اس موضوع پر اس کیلئے ایک کتاب تصنیف کی۔ یہ علماء کرام (جو اس میں حاضر ہوتے تھے) اس سے راضی تھے، اسے جائز سمجھتے تھے اور اس کا انکار نہیں کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا کہ ''یہ مندوب بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ مندوب اسے کہتے ہیں جو شریعت کا مطلوب ہو۔'' اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مستحب میں طلب کبھی نص کے ذریعہ ہوتی ہے اور کبھی قیاس کے توسط سے، اگرچہ اس کے سلسلے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے، پھر بھی اس کے بارے میں ایک ایسا قیاس ہے جو آنے والی دو اصلوں پر مبنی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ''مباح بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ دین بدعت مباح نہیں'' تو اسے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ بدعت حرام و مکروہ میں ہی مختصر نہیں بلکہ کبھی مباح ہوتی ہے، کبھی مندوب و مستحب اور کبھی واجب تک ہوتی ہے۔

اقسام بدعت:

نووی نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں لکھا ہے کہ شریعت میں بدعت اس نو پید اور نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے مبارک عہد میں نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (ا) بدعت حسنہ، (ﷺ) بدعت قبیحہ۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام ''القواعد میں بیان کیا کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) واجبہ، (۲) محرمہ، (۳) مستحبہ، (۴) مکروہہ، (۵) مباحہ۔

مزید فرماتے ہیں: ''اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بدعت کو قواعد شریعہ پر پیش کریں، اگر قواعد ایجاب میں داخل ہو تو واجبہ، قواعد تحریم میں داخل ہو تو محرمہ، قواعد استحباب میں آئے تو مستحبہ اور اگر قواعد کراہت میں داخل ہو تو مکروہ ورنہ مباح ہے۔'' پھر انہوں نے پانچوں قسموں کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے بدعت مستحبہ کے سلسلے میں لکھا ہے: ''اس کی چند مثالیں ہیں، انہی میں سے سرائے تعمیر کرانا، مدارس قائم کرنا اور ہر وہ نیکی کا کام جو زمانہ نبوی ﷺ میں نہیں تھا۔ تراویح کا اہتمام کرنا، تصوف و جدل کے دقائق و غوامض میں غور و خوض کرنا اور مسائل کے استنباط کی محفلیں منعقد کرنا بھی اسی میں شامل ہے اگر ان کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

امام بیہقی نے ''مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''نو پید اور دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر، یا اجماع کے خلاف ہو، یہ بدعت ضلالت ہے۔ دوسرا وہ جس کا مدار بھلائی پر ہو اور وہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی کے خلاف نہ ہو، یہ بدعت، بدعت مذمومہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں تراویح کے بارے میں فرمایا: ''نعمت البدعة هذه'' یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ یعنی یہ ایسی نئی چیز ہے جو پہلے نہ تھی اور اگر ہو گئی تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس بنیاد پر جس کا بیان گزرا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

اس بیان سے شیخ تاج الدین فاکہانی کے قول ''نہ یہ (یعنی میلاد) مباح و جائز ہو سکتا ہے۔ یہی وہ ہے جسے ہم بدعت مکروہہ کہتے ہیں الخ'' کا رد معلوم ہو گیا۔ کیونکہ یہ وہ قسم ہے جس میں کتاب و سنت، اثر یا اجماع امت کسی کی مخالفت نہیں، لہٰذا یہ بدعت، بدعت مذمومہ نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ والرضوان کی عبارت میں ہے، یہ بس ایک ایسی نیکی ہے جو زمانہ نبوی میں نہیں تھی۔ اس لیے کہ گناہ کا ارتکاب کیے بغیر کھانا کھلانا اور اجتماع کرنا محمود و مستحسن ہے۔ ابن عبدالسلام کی عبارت سے بھی یہی ظاہر و ثابت ہے۔

حرام ومکروہ باتیں:

فاکہانی نے دو دوسری صورت بیان کی ہے اور اس پر جو تنقید کی ہے وہ فی نفسہ صحیح ہے۔ بلاشبہ ایسی محفل جس میں مرد عورتیں، جوان، نوعمر لڑکے، باہم خلط ملط ہوں اور جس میں رقص وسرور اور چنگ ورباب کی گرم بازاری ہو یا ایسی محفل میں جس میں عورتیں الگ جمع ہوکر بلند آواز سے گاتی ہوں، حرام ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میلاد شریف کا منعقد کرنا ہی حرام ٹھہرا بلکہ مذکورہ بالا صورتوں میں حرمت میلاد شریف کے سلسلے میں اجتماع منعقد کرنے کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان چیزوں کی بناء پر ہے، جو شریعت میں حرام ہیں اور اس مبارک اجتماع کے ساتھ مل گئی ہیں (اور اگر ان چیزوں کو نہ کیا جائے تو میلاد شریف ذکر مصطفیٰ ﷺ کی محفل ہوگی) بلکہ اس قسم کے امور نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع پر پیش آئیں تو ظاہر ہے کہ یہ ایک قبیح حرکت اور بری بات ہوگی، مگر اس سے نماز جمعہ کے اصل اجتماع کی مذمت لازم نہیں آتی۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کے بعض امور، رمضان المبارک کی راتوں میں بھی جب نماز تراویح کیلئے لوگ جمع ہوتے ہیں پیش آجاتے ہیں تو کیا ان امور کی وجہ سے نماز تراویح کے اجتماع تو سنت ہے اور نیکی اور عبادت کا کام ہے مگر جو مذکورہ بالا قسم کے امور اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔ "قبیح" اور شنیع ہیں، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ میلاد پاک کے سلسلے میں منعقدہ کیا جانے والے اجتماع تو بذات خود مندوب اور نیکی کا کام ہے، مگر مذکورۃ الصدر قسم کے جو دیگر امور اس کے ساتھ مل گئے، مذموم وممنوع ہیں۔

میلاد پر خوشی کرنا مستحسن ہے:

مؤلف موصوف کی آخری دلیل یعنی "باوجود یہ کہ جس مہینہ میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی (اسی میں آپ کا وصال ہوا ہے لہٰذا اس میں غم وحزن کی بجائے خوشی و مسرت کا اظہار بہتر مناسب نہیں۔) تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت اور آپ کی وفات ہمارے لیے سب سے بڑی

تکلیف ہے لیکن شریعت نے نعمت پر شکر وحمد اور مصیبت پر صبر و رضا اور اخفاء کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسا کہ ولادت کے وقت عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے، یہ کسی کی پیدائش پر خوشی و شکر کے اظہار کا نام ہے۔ لیکن کسی کی موت کے وقت اظہار غم کی محفل منعقد کرنے اور کھانا وغیرہ کھلانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ بلکہ آہ وفغاں اور نوحہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ اس مہینہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کرنا مستحسن ومحمود ہے نہ کہ آپ کے وصال پر اظہار حزن وملال کرنا۔

ابن رجب نے کتاب ''اللطائف'' میں رافضیوں کی مذمت کی ہے کیونکہ انہوں نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے یوم عاشورہ کو ماتم کرنا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کی تاریخوں میں ماتم منانے کی اجازت نہیں دی ہے تو جو حضرات ان سے کم تر درجے ہیں، ان کے وصال وشہادت کی تاریخ کو ماتم کا دن کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

علامہ ابن الحاج کی میلاد پر شاندار گفتگو:

امام ابوعبداللہ بن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں میلاد پاک پر نہایت شاندار گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس محفل میں میلاد شریف کے شعار (جیسے: اجتماع، جلوس، جلسہ، نعرہ اور جھنڈا) کا اظہار کرنا اور شکر خداوندی بجالانا لائق مدح ہے اور اس میں شامل منکرات وفواحش قابل مذمت ہیں۔ یہاں ہم ان کے کلام کو بالتفصیل پیش کر رہے ہیں۔

ابن الحاج ''فصل فی المولد'' (یہ فصل میلاد کے بیان میں ہے۔) کے تحت فرماتے ہیں کہ ''ان رائج کردہ بدعتوں میں سے ایک ماہ ربیع الاوّل میں میلاد پاک منانا ہے جسے وہ عظیم عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں بہت کچھ حرام وناجائز افعال بھی شامل کر لیے گئے ہیں۔ مثلاً آلات طرب جیسے: طار، مصرصر اور شبابہ وغیرہ جنہیں آلات سماع کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے ساتھ برائی میں مشغول ہوتے

ہیں۔ خاص کر جن اوقات کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت وعظمت عطا فرمائی، ان میں بدعتوں اور حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں جبکہ سماع بلاشبہ اس رات کے علاوہ میں بھی جائز نہیں تو اس رات میں کیسے جائز ہو سکتا ہے جو اس مہینہ کی عظمت وفضیلت کو متضمن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آلات طرب و سماع کو اس بزرگ مہینے سے کوئی نسبت نہیں جس میں اللہ رب العزت نے سردار دو جہاں ﷺ کو پیدا فرما کر ہم پر احسان عظیم فرمایا لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس میں کثرت سے عبادت وخیرات کے ذریعہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اگرچہ نبی کریم ﷺ نے اس مہینہ میں دیگر مہینوں سے زیادہ عبادت نہیں فرمائی تو اس کا سبب صرف نبی کریم ﷺ کی اپنی امت پر رحمت وشفقت ہے کیونکہ آپ نے امت پر فرض ہو جانے کے ڈر سے بہت سے اعمال ترک فرما دیئے۔ لیکن جب آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس مہینہ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: **"ذاک یوم ولدت فیہ"** (یہ میری پیدائش کا دن ہے۔) اس دن کی فضیلت اس مہینہ کی فضیلت کو متضمن ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس مہینے کا ایسا احترام کریں جیسا کہ اس کا حق ہے، دیگر مبارک مہینوں کی طرح اس مہینہ کی تعظیم و تکریم کریں۔ کیونکہ یہ مہینہ بھی انہی مہینوں میں سے ایک ہے۔

۞ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"انا سید ولد آدم ولا فخر، آدم و من دونہ تحت لوائی"

بلا فخر کہتا ہوں کہ میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے تمام لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

اور زمان ومکان کی فضیلت کا دارومدار ان میں کی جانے والی عبادتوں پر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے یعنی ان اوقات ومقامات کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ زمان ومکان کو بزرگی اپنی سے نہیں ہوتی بلکہ انہیں یہ بزرگی ان

معنوی خصوصیات (یا نسبتوں وغیرہ) کے سبب ہوتی ہے جن کے ساتھ یہ زمان ومکان مخصوص ہوتے ہیں۔ اب آپ ان خصوصیات اور برکات کو ملاحظہ کیجئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے شہر ربیع الاوّل اور پیر کے دن کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کیا آپ نے انہیں پیر کے دن دیکھا کہ پیر کے دن روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے کیونکہ آقائے دو عالم ﷺ کی ولادت اسی دن ہوئی لہٰذا ضروری ہے کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی شان کے لائق اس کا احترام واہتمام ہو، اور اس کی تعظیم وتکریم کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے کیونکہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ فضیلت والے اوقات میں زیادہ عبادت وخیرات فرماتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم اجور الناس بالخیر و کان اجور ما یکون فی رمضان"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے بالخصوص رمضان المبارک میں آپ اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

ماہ ربیع الاوّل کی تکریم:

لہٰذا ہمیں بھی حتی المقدور ان اوقات کی تعظیم وتکریم کرنی چاہیے اور اگر کوئی کہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے جن اوقات کا خصوصیت سے اہتمام و انصرام فرمایا وہ ہمارے علم میں ہے لیکن اس مہینہ میں آپ ﷺ نے کوئی مخصوص اہتمام نہیں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی عادت کریمہ کے بموجب امت پر تخفیف ونرمی چاہتے تھے بالخصوص اس کام میں جو آپ کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہو۔ مثلاً آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ کی طرح حرم قرار دیا لیکن امت پر رحمت وشفقت فرماتے ہوئے وہاں شکار کرنے اور درخت کاٹنے میں دم واجب نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ آپ امت کی آسانی کیلئے اعمال ترک فرما دیتے تھے۔ اتنی تقریر کے بعد ثابت ہوگیا کہ صدقات و خیرات اور دیگر اعمال خیر کی کثرت کے ذریعہ اس مہینہ کی تعظیم وتوقیر بجالانا چاہیے اگر

پیشکش: ابو نعمان رضا

یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم حرام کاموں سے ضرور بچتا رہے اور اس مبارک مہینہ کی تعظیم میں گناہوں سے علیحدہ رہے، اگرچہ محرمات کا ارتکاب اس کے علاوہ مہینوں میں بھی ممنوع ہے لیکن رمضان المبارک وغیرہ کی طرح اس مہینہ کے احترام میں ان افعال سے بچنا اشد ضروری ہے لہٰذا اس مہینہ میں بدعات وخرافات کی ایجاد، بدعت کی جگہوں اور تمام غیر مناسب فعل سے بچنا ضروری ہے۔

علامہ ابن الحاج کی میلاد پر تنقید:

لیکن موجودہ دور میں کچھ لوگ اس کا الٹا کرتے ہیں کہ جونہی یہ مبارک مہینہ آتا ہے۔ (دف) مجیرہ وغیرہ کے ساتھ گانے باجے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس پر ستم یہ کہ اس گانے وغیرہ کو کار خیر تصور کرتے ہیں اس طرح کہ میلاد کی شروعات قرآن پاک کی تلاوت سے کریں گے، پھر ایسے شخص کو تلاش کریں گے جس کی آواز حیرت انگیز طور پر سریلی اور خوش کن ہو، اس سے گانا سنیں گے اور اس میں بہت سی برائیاں ہیں، بلکہ بعض تو یہاں تک کرتے ہیں کہ خوبصورت وخوش گلو نوجوان سے لچکدار آواز میں مٹکتے ہوئے غزل پڑھوائیں گے جس سے لوگ آزمائش میں پڑتے ہیں، اور بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں جو اکثر اوقات شوہر وبیوی میں فتنہ کا سبب بنتی ہیں اور ان کے درمیان فراق وعلیحدگی پر منتج ہوتی ہیں۔ محفل میلاد میں مذکورہ برائیاں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب اس میں دف اور مجیرہ وغیرہ آلات کے ساتھ سماع وغیرہ شامل ہو اور اگر ان خرافات سے بچ کر میلاد کی نیت سے لوگوں کو بلایا جائے اور کھانا کھلایا جائے تو بھی یہ بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے نیز یہ سلف صالحین کے عمل سے ثابت بھی نہیں، نہ ہی ان حضرات سے میلاد کی نیت کرنا منقول ہے جبکہ اتباع سلف اولیٰ ہے اور چونکہ ہم ان کے متبع اور پیروکار ہیں لہٰذا جو انہوں نے نے کیا وہی ہمیں کرنا چاہیے۔''

ابن الحاج کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے میلاد پاک کی مذمت نہیں کی بلکہ ان محرمات وفواحش کی برائی کی جو اس میں شامل ہو گئے اور ان کے ابتدائی کلام

میں صراحت ہے کہ اس مبارک ماہ میں کثرت سے نیک اعمال اور خیرات وصدقات کیے جائیں اور مختلف طریقے سے تقرب الی اللہ کی کوشش کی جائے اور یہی تو میلاد ہے جسے ہم اچھا سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں بھی تلاوت قرآن اور کھانا کھلائے جانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے اور ان اعمال کے نیکی، بھلائی اور موجب قربت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہاں اخیر میں جو انہوں نے یہ فرمایا: ''تو بھی یہ بدعت ہے۔'' تو یہ بات یا تو ان کے پہلے کلام کے مخالف ہے یا اسے بدعت حسنہ پر محمول کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا یا پھر یہ کہا جائے: یہ کام تو نیک ہے لیکن میلاد کی نیت کرنا بدعت ہے جس کی طرف انہوں نے اپنے قول ''میلاد کی نیت بدعت ہے'' سے اشارہ فرمایا۔

ابن الحاج کا علمی محاسبہ:

نیز انہوں نے فرمایا کہ ''ان حضرات میں سے کسی سے میلاد کی نیت کرنا منقول نہیں'' اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے صرف میلاد کی نیت کو ناپسند کیا ہے نہ کہ دعوت و اجتماع وغیرہ کو لیکن تحقیقی طور پر یہ بات ان کے پہلے کلام کے منافی ہے، اس لیے کہ انہوں نے اس ماہ مبارک میں کثرت عبادات وخیرات پر ابھارا ہے اور یہ بھی صراحت فرما دی کہ یہ عبادات وغیرہ سید المرسلین ﷺ کی ولادت پاک کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر ہوں۔ آخر میلاد کی نیت کے بھی تو یہی معنی ہیں پھر وہ اس پر ابھارنے کے باوجود اس کی مذمت کیسے کر سکتے ہیں۔ رہا بغیر کسی نیت کے نیک کام کرنا تو اولاً یہ متصور ہی نہیں کر سکتا، اگر مان بھی لیا جائے تو نہ یہ عبادت کہلائے گی نہ ہی اس پر کوئی ثواب ہوگا، کیونکہ نیت کے بغیر عمل نہیں اور یہاں نیت بھی صرف یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اللہ رب العزت کا شکر بجالایا جائے۔ بلاشبہ یہ نیت مستحسن ومحمود ہے۔ غور کرو۔

آگے چل کر علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں کہ ''کچھ لوگ میلاد پاک صرف تعظیم کی نیت سے نہیں بلکہ اس لیے کرتے ہیں کہ جو مال انہوں نے تہواروں اور خوشی کے مواقع

پر لوگوں کو دیا ہے وہ واپس مل جائے۔ لیکن ڈائریکٹ مانگنے میں عار محسوس کرتے ہیں، اس لیے محفل منعقد کرتے ہیں جو مال کی واپسی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس میں بہت ساری برائیاں ہیں، انہی میں سے یہ کہ اسے نفاق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کیونکہ باطن کے خلاف ظاہر کرنے کا نام ہی نفاق ہے۔ اس کے حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت کے اجر کی توقع پر میلاد پاک منعقد کر رہا ہے، لیکن باطن میں مال جمع کرنے کی نیت ہے اور بعض لوگ مال و متاع جمع کرنے، اپنی تعریف کرانے اور لوگوں کو اپنا معاون و مددگار بنانے کیلئے میلاد کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ اس طریقہ کا بھی فاسد ہونا مخفی نہیں۔

یہ بھی کلام سابق کے مثل ہے کہ اس میں بھی فساد نیت فاسدہ کی وجہ سے آیا نہ کہ اصل میلاد کی وجہ سے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر سے میلاد پاک کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ''میلاد در اصل ایسی بدعت ہے جو قرون ثلثہ کے مشائخ سے منقول نہیں، اس کے باوجود اس میں کچھ اچھائیاں ہیں اور کچھ برائیاں لہٰذا اگر کوئی برائیوں سے بچ کر میلاد پاک منائے تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ بدعت سیئہ۔

حدیث سے میلاد کا ثبوت:

(ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے اس کا استخراج صحیحین میں مذکور ایک اصل سے ثابت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ''نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ نے اس کی بابت دریافت فرمایا تو یہودیوں نے کہا کہ اسی دن فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ظلم سے نجات پائی تھی، اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر روزے رکھتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین دن میں نعمت کے حصول یا مصیبت سے چھٹکارا پانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جانا چاہیے اور سال میں اس دن کے مثل

ونظیر کی جب آمد ہو شکر کا اعادہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر عبادت کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی نماز، روزہ، صدقہ اور تلاوت وغیرہ سے۔ اور رحمت عالم ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی؟ لہٰذا مناسب اور بہتر یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے دن ہی میلاد منایا جائے، تا کہ یوم عاشورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے مطابقت رہے، اور اگر اس واقعہ سے قطع نظر کرتے ہوئے اس ماہ میں کسی دن بھی میلاد منعقد کر لیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ کچھ لوگوں نے اس میں توسیع کرتے ہوئے صراحت کی کہ سال میں کسی دن بھی میلاد کر سکتے ہیں، لیکن اس میں یوم عاشورہ سے مطابقت نہیں ہوگی۔ مذکورہ بالا کلام صرف انعقاد میلاد سے متعلق تھا۔

رہا یہ سوال کہ اس میں کیا کرنا چاہیے تو مناسب یہی ہے کہ یہ ایسے افعال اور کاموں تک ہی محدود رہے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا سمجھا جائے۔ جیسے: تلاوت کرنا، کھانا کھلانا، صدقہ کرنا اور سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں نعتیں پڑھنا اور ایسے قصائد پڑھنا جن سے دل دنیا سے دور ہو اور تفریح جو اس خوشی کے موقع کے مناسب ہو، اور جائز طریقہ پر ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اور اگر حرام و مکروہ ہو یا خلاف اولیٰ ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے۔ انتہی

سرکار دو عالم ﷺ کا خود عقیقہ کرنا:

اس ضمن میں میں (امام جلال الدین سیوطی) نے بھی میلاد (کے جواز) کیلئے ایک اصل کا استنباط کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا، حالانکہ آپ کے دادا حضرت عبد المطلب نے آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا، تو یہ اسی پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے کہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اور امت کیلئے ولادت پاک پر شکر خداوندی بجالانا شروع فرمانے کیلئے دوبارہ عقیقہ فرمایا۔ جیسا کہ آپ بنفس نفیس اپنے اوپر درود پڑھا کرتے،

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم میلاد پاک میں اجتماع کر کے، لوگوں کو کھانا کھلا کے اور دیگر جائز طریقوں سے خوشی و مسرت کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

ابولہب کے عذاب میں تخفیف:

امام القراء حافظ شمس الدین ابن جزری اپنی کتاب "**عرف لتعریف بالمولد الشریف**" میں فرماتے ہیں کہ "ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: تیرا حال کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جہنم میں جل رہا ہوں لیکن ہر پیر کی رات عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اس نے انگلی کے سرے سے اشارہ کر کے کہا کہ اتنی مقدار انگلیوں سے پانی ملتا ہے جسے میں چوستا ہوں۔ یہ اس وجہ ہے کہ جب میری لونڈی ثویبہ نے مجھے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو میں نے اسے آزاد کر دیا، اور اس نے آپ کو دودھ پلایا، ابولہب جیسا کافر۔ قرآن پاک نے جس کی مذمت فرمائی ہے: وہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے کی وجہ سے جہنم میں راحت و سکون پائے تو آپ کے مومن، موحد غلام کا کیا کہنا، یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خلد بریں میں داخل فرما کر اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

دمشقی کی روح پرور نعت میلاد:

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب (مورد الصادی فی مولد الہادی) میں لکھا ہے: یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ابولہب پر ہر پیر کے دن عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا، اس کے بعد انہوں نے یہ شعر کہے ہیں:

اذا کان ھذا کافر اجاء ذمه — تبت یداہ فی الجحیم مخلدا

اتی انه فی یوم الاثنین دائما — یخفف عنه للسرور باحمدا

فما الظن الذی بالعبد طول عمرہ — باحمد مسرور اومات موحدا

ترجمہ: "یہ کافر تھا جبکہ اس کی مذمت کتاب اللہ میں آئی ہے، ٹوٹ گئے اسکے دونوں ہاتھ اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ہر پیر کے دن اس سے عذاب

میں تخفیف کی جاتی ہے کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی کی تھی۔ کیا خیال ہے اس بندہ مؤمن کے بارے میں جو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشیاں مناتا رہا اور توحید (ویمان) کی حالت میں جان وجاں آفریں کے سپرد کر دی۔"

فائدہ:

ابن الحاج نے لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ماہ ربیع الاوّل اور پیر کے روز ہوئی اور رمضان المبارک شریف میں ہی ہوئی جو قرآن کے نزول کا مہینہ ہے اور جس میں لیلۃ القدر پائی جاتی ہے، نہ حرمت والے مہینوں (اشہر حرم) میں، نہ ہی پندرہ شعبان المعظم کی رات کو، نہ ہی جمعۃ المبارک کے دن یا شب جمعہ کو اس کا جواب چار وجوہ سے دیا جا سکتا ہے۔

(۱) یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے دن تخلیق فرمایا۔ اس میں بڑے تنبیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خوراک، رزق، میوہ جات اور خیرات کی چیزیں تخلیق فرمائی ہیں بنی نوع انسان کی نشوونما اور گزران وابستہ ہے۔ جن سے ان کے نفوس خوش ہوتے ہیں۔

(۲) یہ کہ ربیع کی لفظ میں اس کے اشتقاق کی نسبت سے ایک اچھا اشارہ اور نیک فال پائی جاتی ہے۔ ابوعبدالرحمٰن صلقی فرماتے ہیں کہ ہر ایک انسان کیلئے اس کے نام سے اس کا حصہ ہے یعنی نام کا اس کے بدن پر اثر پڑے گا۔)

(۳) یہ کہ ربیع متوسط اور سب سے بہتر موسم ہے اور آپ کی شریعت بھی متوسط اور سب سے بہتر و آسان ہے۔

(۴) یہ کہ اللہ نے آپکے ذریعہ اس وقت کو فضیلت عطا فرما دی، جس میں آپ کی ولادت ہوئی، اگر آپکی ولادت باسعادت رمضان المبارک وغیرہ مذکورہ اوقات میں ہوئی ہوتی، تو یہ وہم ہوتا کہ آپ ان اوقات کی فضیلت کی وجہ سے افضل واعلیٰ ہو گئے ہیں۔

☆☆☆